OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:4, Issue: 2, July-Dec 2019
DOI: 10.36476/JIRS.4:2.12.2019.03, PP:41-66

"جنین" کا عصری اور شرعی تناظر میں تحقیقی جائزہ

A Comparative Study of "Fetus" in the Contemporary & Islamic Shari'ah Perspective

Dr. Janas Khan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
University of Malakand, Pakistan

Dr. Najmul Hasan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
University of Malakand, Pakistan

Dr. Badshah Rehman
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
University of Malakand, Pakistan

Version of Record Online/Print: 16-12-2019
Accepted: 15-11-2019
Received: 31-07-2019

Abstract

Allah (SWT) dignified human beings among all the creatures and made these (creatures) all subjugated to men. Allah says in the Holy Qur'ān: (He is such a Lord who has created all the things in the universe for you). The beginning of human generation is traced back to the miraculous birth of Adam (A.S), and Allah entrusted their survival in their physical bodies in the process of fusing the male and female gametes in the womb of mother. And new offspring are born undergoing many developmental stages. The Holy Qur'ān has mentioned all the stages of the human being like: its creation started from dust, then from seamen, then a clot, then from a flesh (Al-Qur'ān, 22:5). The same are described by modern medical sciences. The medical sciences also describes it in details that how a "fetus" is created and the process which it passes through. This article discusses how the "Fetus" is described in Islamic Sources, modern medical sciences and what are the similarities between these two?

Key Words: *fetus, fiqh, gametes, islamic sources, medical embryology, islamic jurisprudence, islamic embryology, human development, human placenta, developmental biology*

CC BY

تمہید:

اللہ تعالی نے انسان کو تمام مخلوقات میں معظم ٹھہرایا اور دیگر تمام مخلوقات کو اس کے تابع بنایا۔ارشاد ہے:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا"[1]

"اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں موجود تمام چیزیں بنائیں"

انسانی نسل کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش سے ہوئی اور اللہ نے انسانی جسم میں ہی اس کی بقا کے لیے کارخانہ ودیعت کیا ہے، جس میں نر و مادہ کے ملاپ اور بارآوری کے بعد رحم مادر میں مختلف مراحل سے گزر کر نئے بچے جنم لیتے ہیں۔ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّاخَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى"[2]

"اے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا"

قرآن کریم نے آدمؑ کے وجود میں آنے کے ارتقاء پر واضح نصوص پیش کی ہیں اور اس کی تخلیق کے تمام مدارج کو بیان کر دیا ہے اور یہی مبدأ حیات ہے جس سے دنیا میں تمام انسانوں کی نسل پھیلی۔یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی جو موجودہ شکل وصورت ہے، پیدائش کے وقت اول انسان کی یہی صورت تھی، یہ کسی دوسرے حیوان کی ارتقاء کا نتیجہ نہیں۔قرآن کہتا ہے:

"وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُم"[3]

"اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کیا خوبصورت اور اچھی صورتیں بنائیں"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"ولَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيم"[4]

"اور ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں پیدا کیا"

بنیادی تحقیقی سوال:

1. اسلامی مواد خصوصاً قرآن وسنت میں "جنین" کا تذکرہ موجود ہے؟ اگر ہے تو کس طرح موجود ہے؟
2. کیا جدید میڈیکل سائنس میں اس کا تذکرہ ہے؟ اگر ہے تو کس طرح ہے؟
3. اسلامی ذرائع اور جدید میڈیکل سائنس میں "جنین" کے تذکرے میں کیا مماثلت اور کیا مخالفت موجود ہے؟

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

قرآن پاک انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے مکمل اور آخری کتاب نازل کی ہے۔ بنیادی طور پر یہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے لیکن چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس میں جو بھی بات بتائی وہ اٹل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے مراحل کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا کہ انسان کن کن مراحل سے گزرتا ہے۔ انسان کی بنیادی تخلیق مٹی سے ہے پھر یہ مراحل نطفہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد علقہ پھر مضغۃ۔[5] یہی مضمون صحیح بخاری کی روایت میں موجود ہے کہ رحم میں نطفہ پہنچنے کے بعد چالیس چالیس راتوں تک ایک ایک حالت میں موجود رہتا ہے اور یہ مراحل نطفہ سے شروع ہو کر انسان کی پیدائش تک رہتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس بھی یہی باتیں بتاتی ہے۔ قرآن پاک یہ مراحل سورۃ الحج کی آیت 5 اور سورۃ

المومنون کی آیت 12 میں ذکر کرتا ہے۔ اسی طرح پیدائش کے دیگر مراحل مختلف مقامات پر علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں۔ جدید میڈیکل سائنسز میں سے ڈاکٹر نجیب الحق کی کتاب "علم تشریح الابدان" (Anatomy) جسے العلم پبلیکیشنز پشاور، نے مارچ، 2018ء میں شائع کیا۔ اسی طرح ان انگریزی کتب نے بھی جنین کا تذکرہ کیا ہے۔

1. Keith L. Moore, Arthur F. Dally, Anne M. R. Agur, *Clinically Oriented Anatomy*, (Philadelphia: Lippincot Williams & Wilkins, 8th Edition, 2014)
2. T. W. Sadler, *Langman's Medical Embryology,* (9th Edition)
3. Brus M. Karslon, *Human Embryology and Developmental Biology,* 2009
4. Scott F. Gilbert, *Developmental Biology*,(9th Edition)
5. Hall. J. E., Guyton, A.C, *Guyton and Hall Textbook and Medical Physiology*, (Phidelphia, P. A.: Saunders /Elsevier, 2011)
6. Victor Olu Taiwo, *World Terrorism Diagnosis and Path to Global Peace*, (2014)
7. Haroon Yahya, *The Quran Leads the Way to Science,* (Singapore : Shafiq Trading PTE Ltd, 2002)
8. Dr. P.Z. Myers, *Islamic Embryology: Overblown Balderdash*, (Pharyngula blog- Scienceblogs. com, 2011)
9. Marshall Clagett, *Greek Science in Antiquity*,(New York: Abelard-Schuman, 1955)
10. Dr Mark Hill, *Timeline Human Development*, (University of New South Wales)
11. Benirschke, K. & Kaufmann, B., *Pathology of the Human Placenta*, (New York: Springer-Verlag, 4th Edition, 2000)
12. Roberts Rugh, Landrum B. Shettles, *From Conception to Birth*, (New York: M.D. Harper & Row, 1971)

منہج تحقیق:

اس مضمون میں تحقیق کا یہ طریقہ کار اپنایا گیا ہے کہ تمام حوالہ جات (End Note) کی شکل میں دیئے جائیں گے۔ قرآنی آیات کے حوالہ جات دیتے وقت سب سے پہلے لفظ "سورۃ" لکھا جائے گا۔ اس کے بعد سورت کا نام، پھر دو نقطے لکھ کر آیت کا نمبر لکھا جائے گا۔ تمام آیات اور ان کے تراجم "" کے اندر لکھے جائیں گے۔

کتب حدیث کا حوالہ دیتے وقت سب سے پہلے مصنف کا مشہور نام لکھا جائے گا۔ اس کے بعد کنیت پھر اصل نام بمعہ ولدیت ونسبت لکھی جائے گی، پھر کتاب کا اصل نام، مکتبہ اشاعت، اور سن اشاعت لکھا جائے گا۔ سنِ اشاعت معلوم نہ ہونے کی صورت میں "س۔ن" لکھا جائے گا۔ اس کے بعد جلد اور صفحہ نمبر لکھا جائے گا۔ دیگر کتب میں بھی یہی طریقہ کار اپنایا جائے گا۔ تمام حوالہ جات اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی لکھے جائیں گے۔

لفظ جنین کی تحقیق:

جنین کا مادہ "جنن" ہے۔ لغت میں نظروں سے اوجھل اور پوشیدہ چیز کے لیے عموماً یہی مادہ استعمال ہوتا ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"الجنين الولد مادام في بطن أمه لاستتاره فيه وجمعه أجنة و أجنن"[6]

"جنین کا اطلاق اس بچے پر ہوتا ہے جب تک وہ ماں کے پیٹ میں ہو، کیونکہ وہ اس میں پوشیدہ رہتا ہے۔ اور اس کی جمع "اجنۃ" اور "اجنن" آتی ہے۔"

وہ مزید لکھتے ہیں کہ قبر میں رکھی ہوئی (لاش) کو "جنین" کہتے ہیں جب کہ "جنن" میت کو کہتے ہیں۔ صاحب معجم الوسیط نے لکھا ہے کہ جنین قبر، پوشیدہ چیز اور اس بچے کو کہا جاتا ہے، جب تک وہ رحم میں ہو، جب کہ اطباء کے ہاں آٹھویں ہفتے کے اختتام تک رحم میں حمل کے تخم (ثمرہ) کو جنین کہا جاتا ہے، جبکہ اس کے بعد اس کو حمل کا نام دیا جاتا ہے۔ [7]

جدید علم الجنین (Embryology) قرآن وحدیث کی روشنی میں:

علم الجنین، تشریح الابدان (Anatomy) کی ایک شاخ ہے جس میں نر اور مادہ کے مادۂ تولید کے ملنے سے جو ایک خلیہ (Zygote) بنتا ہے، اس کے مطالعے سے ابتداء کرتے ہوئے جنین کی بناوٹ، اس کی نشو و نما کے مراحل، رحم مادر کے اندر پرورش کے دوران مختلف اوقات میں مختلف اعضاء کے بننے کا عمل اور ان کی تکمیل، یہاں تک کہ بچہ کی پیدائش ہونے تک کے مراحل کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ [8]

نزول قرآن سے قبل اس علم میں کوئی تحقیقی پیش رفت نہیں ہوئی تھی اور لگتا یہی ہے کہ اس بارے میں زیادہ تر قیاس آرائیوں سے کام لیا جاتا تھا۔ پھر قرآن کریم نے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی اور رحم مادر کے اندر حمل کے ارتقائی مدارج کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور موجودہ دور کی جدید تحقیق کے مطابق وہ حرف بہ حرف درست ہیں۔ ایک عرب محقق محمد نبیل الشوکانی نے لکھا ہے کہ ارسطو کے دور (۳۸۴۔۔۔۳۲۲ ق م) سے لے کر نبی اکرم ﷺ پر نزول وحی تک یہی نظریہ تھا کہ جنین مرد کے نطفے میں کامل الخلقت موجود رہتا ہے لیکن اس کا جسم نہایت چھوٹا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ پھر داخلِ رحم ہو کر نشو و نما پاتا ہے جس طرح کہ بیج نمو پاتا ہے، اس کے بعد ارسطو نے اس نظریہ سے رجوع کرکے ایک نئے نظریہ کی بنیاد ڈالی جس کے مطابق جنین عورت کی ماہواری کے خون میں موجود رہتا ہے، پھر مردانہ قطرات اس کو گاڑھا کر دیتے ہیں۔ [9]

قرآن پاک میں رحم مادر کے اندر پرورش پانے والے بچہ (جنین) کے مختلف مراحل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ نزول قرآن سے پہلے علم الجنین انتہائی محدود تھا اور ذرائع معلومات کی موجودہ سہولیات کا اس وقت تصور بھی نہیں تھا۔ قرآن نے جنین کے مدارج کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کرکے علم جنینیات کی طرف راہنمائی کا ایک نیا باب کھولا۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ" [10]

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا۔ پھر ہم نے اس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل دے دی، پھر اس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنادیا۔ پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل میں تبدیل کردیا۔ پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا، پھر اسے ایسی اٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہوگیا۔ غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے"

یہی بات جدید میڈیکل سائنس بھی کہتی ہے۔[11]

احادیث مبارکہ میں بھی تخلیق جنین کے مختلف مدارج پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اس بارے میں کثیر احادیث موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب نطفہ رحم میں قرار پکڑ لیتا ہے تو چالیس رات تک نطفہ رہتا ہے، پھر چالیس راتوں میں علقہ بن جاتا ہے، پھر چالیس راتوں میں مضغہ بن جاتا ہے، پھر چالیس راتوں میں اس کی ہڈیاں بن جاتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے کہ اے رب یہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔ تو اللہ تعالیٰ فیصلہ (حکم) فرما دیتے ہیں اور فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے۔ (فرشتہ) پھر کہتا ہے کہ اے رب اس کا اجل (عمر کی مدت) کتنی ہوگی، رزق کتنا ہوگا اور عمل کیسا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں اور فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے۔"[12]

نطفہ امشاج سے انسان کی پیدائش:

لغت میں نطفہ کئی معانی میں مستعمل ہے۔اس کا اطلاق صاف پانی پر بھی ہوتا ہے، قطرہ پر بھی، پیشانی سے ٹپکنے والے پسینہ کے قطرے پر بھی اور منی (مادۂ ولادت) پر بھی۔[13] (یہاں اس سے مراد منی یعنی تولیدی جرثومے ہیں، چاہے مادہ کے ہوں یا نر کے)۔ارشاد ربانی ہے:

"خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ"[14]

"اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھلم کھلا جھگڑے پر آمادہ ہو گیا۔"

حیاتیات کی اصطلاح میں مرد و زن کے نطفوں کے ملنے کو فرٹیلائزیشن یا بارآوری کہتے ہیں۔اس عمل میں مردانہ تولیدی جرثومہ عورت کے بیضہ سے مل کر اسے بارآور (Fertilized) کراتا ہے جو بچہ بننے کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ارشادِ ربّانی ہے:

"إنا خلقنا الإنسان من نطفة أمشاج"[15]

"بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے بنایا۔"

اس آیت کے تحت علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حدثنا عبد الله قال أخبرنا أبو جعفر عن الربيع بن انس قال: اذا اجتمع ماء الرجل وماء المرأة فهو امشاج"[16]

"جب مرد و عورت کے نطفے باہم مل جائیں تو اس کو امشاج کہتے ہیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

"جب آدمی کی منی عورت کی منی سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے جنین بنانے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لیے اسباب مہیا کر لیتے ہیں۔ عورت کے رحم میں دو قوتیں ہوتی ہیں، ایک قوت انبساط (پھیلنے کی صلاحیت) جو منی کے داخل ہونے کے وقت ہوتی ہے جس کی وجہ سے منی اس میں پھیل جاتی ہے۔دوسری قوت رحم میں انقباض (روکے رکھنے کی قوت) ہے کہ منی جب اندر چلی جاتی ہے تو باوجود اس کے کہ رحم الٹا ہے، اس سے باہر نہیں بہتی۔علاوہ ازیں آدمی کی منی میں " قوت فعلیت" جبکہ عورت

کی منی میں "قوت انفعالیت" ہوتی ہے۔"

شیخ شمس الدین ابن القیمؒ نے ذکر کیا ہے کہ رحم کا داخلی حصہ سفنج جیسا (ملائم وجاذب) ہے اور اس میں منی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی جاتی ہے، جس طرح کہ پیاسے کو پانی کی طلب رہتی ہے اور رحم اس کو دھکیلتا نہیں بلکہ اسے ضم کر دیتا ہے تاکہ اس میں فساد نہ آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ رحم کے فرشتے کو اس کے بنانے اور پختہ کرنے کا حکم دیتے ہیں، پھر چالیس دن میں اس کی خلقت جمع کی جاتی ہے۔[17]

بارآوری (Fertilization) کا عمل نالی کے وسیع حصہ میں، جو بیضہ دانی (Ovary) سے متصل ہے، عمل پذیر ہوتا ہے۔ نر اور مادہ جنسی جرثومے تولیدی نالی میں زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ نر مادۂ تولید اندام نہانی کے راستے رحم (Uterus) کے اندر پہنچ جاتے ہیں اور پھر آخر کار بیضہ دانی کی نالیوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ سپرم کی حرکت بیضہ دانی کی نالیوں (Uterine Tube) کے عضلات (Muscles) کے سکڑنے اور پھیلنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بارآوری کے عمل میں دوسو (200) سے تین سو (300) ملین تک نر تولیدی جرثومے اندام نہانی میں داخل ہوجاتے ہیں جن میں سے صرف تین سو سے پانچ سو تک بارآوری ہونے کے محل میں پہنچ جاتے ہیں لیکن اس عمل کی انجام دہی کے لیے صرف ایک سپرم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مادہ جنسی جرثومہ (انڈہ) کے ارد گرد خلیات کی ایک تہہ ہوتی ہے جس کو (Follicular Cells) کہا جاتا ہے، اس میں نر جنسی جرثومے خود کو اندرونی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ اس مقام پر کئی سپرم بیضے کے اندر جانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں گویا ان میں سے جو بھی سپرم کامیاب ہو کر بیضہ کے اندر نفوذ کر جائے تو اس سے ایک خاص قسم کا خامرہ خارج کرتا ہے جس کو "لائسوسوم" کہتے ہیں جو بیضہ کی خصوصیات میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ بیضہ اور سپرم جب باہم ملتے ہیں تو ان کی جھلیاں باہم مدغم ہو جاتی ہیں، انسانوں میں سپرم کا سر اور دُم دونوں بیضہ کے اندرونی مائع (Cytoplasm) میں داخل ہو جاتے ہیں، لیکن اس کی جھلی (Plasma Membrane) باہر بیضہ کی سطح پر رہ جاتی ہے۔[18]

حمل کا پہلا ہفتہ: پہلے ہفتے میں جنین کے مراحل کا لب لباب یہ ہے کہ بارآور ہونے کے بعد زائیگوٹ میں تقسیم کا عمل شروع ہو جاتا ہے، پھر نئے خلیے بنتے ہیں۔ اس مرحلے کو بلاسٹولیشن کہتے ہیں۔ پھر ماں کے رحم میں قرار پانے کے لیے یہ رحم مادر کے اندرونی حصہ کو چیر کر محفوظ ہو جاتا ہے۔ بلاسٹولا کے مرحلے میں خلیوں کے گرد ایک باریک تہہ ہوتی ہے جس کو ٹروفوبلاسٹ کہتے ہیں، یہ حمل کے استقرار میں مدد دیتی ہے۔ بعد میں اس تہہ سے ایک جھلی بن جاتی ہے جس کو کاریان (Chorion) سے موسوم کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں رحم میں محفوظ ہونے کے اس مرحلے کی تصویر کشی یوں کی گئی ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ"[19]

"اور البتہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے حفاظت کی جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا"

حمل کا دوسرا ہفتہ: دوسرے ہفتے میں خلیوں کی تین تہہ (Layers) بننا شروع ہوجاتی ہیں۔ اس مرحلہ کو (Gastrulaion) سے موسوم کرتے ہیں۔ اس مرحلہ میں تین تہہ (Layers)، بیرونی تہہ (Endoderm)، درمیانی تہہ (Mesoderm) اور اندرونی تہہ (Endoderm) بن جاتی ہیں۔ بیرونی تہہ سے چمڑا (Skin) اور اعصابی نظام (Nervous System) بنتے ہیں۔ درمیانی تہہ سے بافتیں (Muscles) اور دوسرے اندرونی اعضاء بنتے ہیں۔[20]

حمل کا تیسرا ہفتہ: جدید تحقیق کے مطابق تیسرے ہفتے میں دواہم اعضاء کا بننا شروع ہو جاتے ہیں۔ پہلا اعصابی نظام

ظاہر ہو جاتا ہے اور پھر بعد میں دل بننا شروع ہو جاتا ہے جو کہ چوتھے ہفتے میں داخل ہو جاتا ہے۔سب سے پہلے دل کی صرف دو نالیاں بنتی ہیں۔یہ دو نالیاں جب مکمل ہو جاتی ہیں تو دل دھڑکنا شروع ہو جاتا ہے۔ چھٹے ہفتے تک دل، اعصابی نظام، خون کی نالیاں اور آنول (Umbilical Cord) بن جاتی ہیں۔آنول ماں اور بچے کے درمیان غذائی مواداور فاضل مادوں کے تبادلے کاایک منظّم ذریعہ ہے۔چالیسویں دن تک جنین کے کان، ناک اور آنکھوں کے نشانات واضح ہو جاتے ہیں۔ جنین کی لمبائی 8ملی میٹر ہوتی ہے اوراس کادل فی منٹ 100سے 130 مرتبہ دھڑکتا ہے، مزید برآں اس کی دماغ کی لہریں بھی نظر آتی ہیں۔[21]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

"وہ (اطباء) کہتے ہیں کہ جب منی رحم میں چلی جاتی ہے اور وہ (رحم) اس کو باہر پھینک نہ دے تو یہ (نطفہ) اپنے آپ سے دائرہ بنالیتی ہے اور سخت ہو جاتی ہے۔چھ دن کے اختتام تک پھراس میں دل،دماغ اور جگر کی جگہوں میں تین نقطے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اگلے تین دن کے اختتام تک اس میں رگیں (خون) نفوذ کر جاتی ہیں اور تینوں اعضاء متحیز ہو جاتے ہیں۔پھر اگلے بارہ دنوں کے اختتام تک مغز کی رطوبت میں امتداد آجاتا ہے جس سے اگلے نو (۹) دنوں میں دونوں شانوں سے سر جدا ہو جاتا ہے اور اسی طرح پسلیاں، بطن وغیرہ بھی متمیز ہو جاتے ہیں۔اگلے چار دنوں میں یہ تمیزات مکمل ہو جاتی ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے اس قول "يجمع خلقه في أربعين يوما" (چالیس دنوں میں اس کی خلقت جمع کی جاتی ہے) کا یہی مطلب ہے۔[22]

جنس کے تعین میں مرد کے نطفے کا کردار:

علم الجنین کی جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ جنس کے تعین کا تمام تر دار ومدار مرد کے نطفہ پر ہوتا ہے کیونکہ اس میں دو قسم کے کروموسوم ہوتے ہیں "X" اور "Y"۔ اس میں اہم "Y" کروموسوم ہے جو نر جنس میں باپ کی طرف سے آتا ہے۔مادہ جنس کا تعین "X" کروموسومز سے ہوتا ہے۔ عورت کے نطفہ میں دونوں کروموسومز "X" ہی ہوتے ہیں۔ اگر مرد کی طرف سے "X" کروموسوم آگے ہو جائے تو پھر جنسی کروموسومز کا مجموعہ "XX" ہو جاتا ہے جو مادہ کا تعین کرتا ہے یعنی پیدا ہونے والا جنین لڑکی ہو گی اور اگر مرد کے نطفے سے "Y" کروموسوم سبقت کر لے تو پھر بچہ "نر" ہو گا۔[23]

اس تکنیک کی طرف حدیث میں بھی اشارہ ہوا ہے:

"حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس کھڑا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا پانی سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد (رنگ) کا ہوتا ہے۔جب یہ دونوں جمع ہو جائیں اور عورت کی منی پر آدمی کی منی چڑھ جائے (غالب آجائے) تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مذکر (نر بن جاتا ہے) اور جب عورت کی منی آدمی کی منی پر غالب آجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مؤنث بن جاتی ہے۔یہودی نے کہا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا اور آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔"[24]

دیگر احادیث میں اس تکنیک کے متعلق دو قسم کے الفاظ وارد ہیں ایک "سبق" اور دوسرا "علو"۔ جس حدیث میں "سبق" کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مردانہ نطفہ کے سبقت کی صورت میں لڑکا پیدا ہو گا جبکہ زنانہ نطفہ کے سبقت کی

صورت میں لڑکی پیدا ہوگی۔[25]

الحاصل مردانہ نطفہ "Y" کروموسوم کی سبقت کے نتیجے میں لڑکا جب کہ زنانہ نطفہ یعنی "X" کروموسوم کی سبقت کے نتیجے میں لڑکی پیدا ہوگی۔ جب کہ "علو" کا مطلب یہ ہے کہ جس کا نطفہ غالب آئے بچہ کی شکل وصورت اس جیسی ہوگی۔ واللہ اعلم

علقہ کے مرحلے میں جنین کی ہفتہ وار نشو ونما کی تحقیق:

ارشاد ربانی ہے:

"اقرأ باسم ربك الذي خلق خلق الإنسان من علق"[26]

"اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیئے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا (اور) انسان کو (جمے ہوئے) خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔"

اس آیت میں لفظ "علق" استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے، جمے ہوئے خون کا لوتھڑا، یا خون چوسنے والی چیز یعنی جونک (Leech)۔ اس آیت اور اس کے متعلقہ دوسری آیات پر پروفیسر کیتھ مور نے تحقیق کی اور کہا کہ قرآن اور احادیث کی بیان کردہ معلومات کا زیادہ تر حصہ جدید سائنسی معلومات کے عین مطابق ہے اور اس میں بالکل کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ "علقہ" کے مرحلے کے دوران انسانی جنین جونک کے مشابہ ہوتا ہے، کیونکہ اس مرحلہ میں انسانی جنین اپنی خوراک ماں کے خون سے حاصل کرتا ہے۔[27]

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

" "العلق" کے معنی کسی چیز میں پھنس جانے کے ہیں، کہا جاتا ہے: "علق الصيد في الحبالة" یعنی شکار جال میں پھنس گیا۔ "العلق" (جونک) ایک قسم کا کیڑا جو حلق کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے، نیز جمے ہوئے خون اور لوتھڑے کی قسم کے خون کو "علقة" کہا جاتا ہے جس سے بچہ بنتا ہے۔ اور "العِلق" (عین کے کسرہ کے ساتھ) اس عمدہ چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ مالک کا دل چمٹا ہوا ہو اور اس کی محبت دل سے اتر تی نہ ہو۔[28]

درج بالا معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علقہ وہ چیز ہے جو مضبوطی کے ساتھ کسی چیز سے چمٹی ہوئی ہو اور جنین بھی علقہ کے مرحلے میں رحم مادر کے ساتھ چمٹا ہوا ہوتا ہے اور بالکل ایک جونک کی طرح وہ رحم مادر سے خون حاصل کرتا ہے۔ حمل کا تیسرا مرحلہ چالیس دن سے اسی دن تک ہوتا ہے اس میں جنین 12 ملی میٹر سے بڑھ کر 6 سنٹی میٹر تک نشو ونما پاتا ہے۔ اس چلے میں مختلف اعضاء پھیپھڑے، سانس کی نالی، انگلیوں کے ناخن، دانت نکلنے کی جگہیں وغیرہ بن جاتے ہیں۔ جنین کا سر اس مرحلے کی ابتداء میں بہت بڑا ہوتا ہے لیکن اختتام تک سائز میں چھوٹا ہو جاتا ہے۔ الغرض اس مرحلے کے اختتام تک تمام اعضاء تقریباً مکمل ہو چکے ہوتے ہیں، وہ پیشاب بھی کر سکتا ہے، لات بھی مار سکتا ہے اور انگوٹھا بھی چوس سکتا ہے۔[29]

مضغہ غیر مخلقہ کا مرحلہ:

رحم مادر میں انسان کی خلقت کا تیسرا مرحلہ مضغہ غیر مخلقہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا"[30]

"پھر اس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنا دیا۔ پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل میں تبدیل کر دیا، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔"

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"ثم من مضغة وهي لحمة قليلة قدر ما يمضغ"

"مضغۃ: گوشت کا وہ ٹکڑا جو چبایا جاسکتا ہو"[31]

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

"ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى"[32]

"اور پھر (ہم نے تم کو) ایک گوشت کے لوتھڑے (سے بنایا) جو (کبھی) پورا بن جاتا ہے اور کبھی پورا نہیں بنتا، تاکہ ہم تمہارے لیے (تمہاری) حقیقت کھول کر بتادیں۔اور ہم (تمہیں) ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں، ایک معین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔"

علامہ قرطبیؒ اس آیت کے تحت مضغہ غیر مخلقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں بطن مادر کے اندر انسان کی تخلیق کے مختلف درجات کا بیان ہے۔اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے، جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور وہ سچ بولنے والے اور سچے سمجھے جانے والے ہیں کہ انسان کا مادہ چالیس روز تک رحم میں جمع رہتا ہے، پھر چالیس دن کے بعد علقہ یعنی منجمد خون بن جاتا ہے، پھر چالیس ہی دن میں وہ مضغہ یعنی گوشت بن جاتا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کے متعلق چار باتیں اسی وقت فرشتہ کو لکھوا دی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ اس کی عمر کتنی ہے، دوسری رزق کتنا ہے، تیسری عمل کیا کرے گا، چوتھی یہ کہ یہ شقی و بدبخت ہوگا یا سعید۔"[33]

مفتی شفیعؒ نے لکھا ہے کہ حدیث مذکور سے ان دونوں کی تفسیر یہ معلوم ہوئی کہ جس نطفۂ انسانی کا پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے وہ مخلقہ ہے اور جس کا ضائع اور ساقط ہو جانا مقدر ہے وہ غیر مخلقہ ہے۔اور بعض حضرات مفسرین مخلقہ اور غیر مخلقہ کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جس بچے کی تخلیق مکمل اور تام ہو، اعضاء صحیح سالم اور متناسب ہوں وہ مخلقہ ہے اور جس کے بعض اعضاء ناقص ہوں یا قد اور رنگ وغیرہ غیر متناسب ہو وہ غیر مخلقہ ہے۔[34]

شیخ ابو منصور الماتریدیؒ لکھتے ہیں:

"قال بعضهم: "مخلقة" اى "مخلوقا خلقا" و "غير مخلقة" اى "غير تامة خلقا" ...... اى غير تامة خلقاً، بل ناقصة"[35]

بعض کہتے ہیں کہ "مخلقة" کا مطلب، جس میں خلقت پیدا کی گئی ہو اور غیر مخلقہ کا مطلب جس کی صورت مکمل نہ ہوئی ہو بلکہ اسی حال پر نطفہ ہو، جبکہ بعض کے ہاں "مخلقة" کا معنی مکمل اور "غير مخلقة" کا، خلقت کے اعتبار سے نامکمل۔۔۔تو "مخلقة" کا مطلب ہوگا "جس کی تخلیق جوارح و اعضاء کے اعتبار سے مکمل ہو چکی ہو" اور "غير مخلقة" نامکمل اور ناقص۔"

الحاصل مضغہ غیر مخلقہ وہ مرحلہ ہے جس میں بچے کی تخلیق مکمل نہیں ہوتی اور تمام تفسیری اقوال کو مد نظر رکھ کر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسی (80) دنوں سے پہلے پہلے جب بچہ کے تمام اعضاء مکمل نہ ہوئے ہوں مضغہ غیر مخلقہ میں داخل ہے۔پس

اسی (80) دنوں کے اختتام کے بعد "مضغہ "کے مرحلے کی تکمیل ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ عیب دار بچہ کو بھی مضغہ غیر مخلقہ کے تحت شمار کیا گیا ہے۔

قرآنی آیات، تفاسیر اور احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مضغہ غیر مخلقہ کا مرحلہ علقہ اور معضہ مخلقہ کے درمیانی عرصہ پر محیط مرحلہ ہے جو چالیس دن سے شروع ہو کر دوسرے چلے یعنی اسی (80) دن تک رہتا ہے اور دوسرے چلے کے اختتام پر مضغہ مخلقہ بن جاتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

معضہ مخلقہ کا مرحلہ:

مضغہ مخلقہ تخلیق کے مراحل کا چوتھا مرحلہ ہے۔مضغہ کی بعض تفصیلات تو گزشتہ سطور میں بیان ہو چکی ہیں۔ ذیل میں اس پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔علامہ راغب اصفہانیؒ (المتوفی: ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

> "مضغہ گوشت کے چھوٹے سے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جو چبانے کے لیے منہ میں ڈالا جاسکے۔ شاعر (زہیر) کے شعر کا اک مصرعہ ہے: "يلجلج مضغة فيها انيض" یعنی وہ گویا نیم پختہ گوشت کی بوٹی کو منہ میں پھیراتا ہے۔ پھر جنین کی وہ حالت جو علقہ کے بعد ہوتی ہے، مضغہ کہلاتی ہے۔ "الماضغة" چبانے سے جو آخرکار منہ میں باقی رہ جائے۔[36]

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

> "اور مضغہ گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اور اس کو اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ (یہ جسامت میں اتنا ہوتا ہے) جتنا کہ کھانے والا (نوالہ) کو چباتا ہے۔[37]

تیسرے چلے کا آغاز 80 دن کے بعد ہوتا ہے اور 120 دن تک جاری رہتا ہے۔اس مرحلے میں جنین 8 سنٹی میٹر سے 18 سنٹی میٹر تک نشو و نما پاتا ہے۔وہ حرکت کرتا ہے لیکن وہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ حاملہ اس کی حرکت محسوس نہیں کرتی۔ وہ ناف کی ڈوری کے ذریعے آکسیجن لے کر سانس لیتا ہے۔اس کی ہڈیاں سخت ہو رہی ہیں اور جلد پر بال نکلنے لگتے ہیں۔اس مرحلے میں حاملہ کا دل 40 سے 50 گنا زیادہ کام کرتا ہے۔[38]

روح کے اقسام، جنینی نشو و نما اور روح کا آنا:

چار ماہ (120) دن میں مضغہ مخلقہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، بچہ جسامت میں بھی کافی حد تک بڑا ہوتا ہے، اعضاء بھی مکمل ہوتے ہیں اور وہ مکمل طور پر حرکت کرنے کے قابل بھی ہوتا ہے اور تمام اعضاء بھی کام کرنے کے قابل بن جاتے ہیں۔علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

> "اطباء کہتے ہیں کہ اسی (80) دن کی مدت میں جنین میں حرکت آجاتی ہے، پھر اس طرح مضغہ بن جاتا ہے یعنی چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا اور یہ تیسرے چلے میں ہوا کرتا ہے جو حرکت کرتی ہے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنین میں روح چوتھے مہینے میں پڑ جاتی ہے، اس سے قبل نہیں۔"[39]

تفسیر قرطبیؒ میں ہے:

> "وفي الصحيح عن عبدالله ابن مسعود قال:حدثنا رسول الله وهو الصادق المصدوق إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما ثم يكون في ذالك علقة مثل ذالك وثم يكون مضغة مثل

ذالك ثم يرسل الملك فينفخ فيه الروح"[40]

"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نطفہ ،علقہ ،مضغہ میں سے ہر ایک پر چالیس دن گزرتے ہیں جس سے ایک سو بیس دن بنتے ہیں پھر روح پھونک دی جاتی ہے۔"

جن احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ چالیس دن بعد جنین کے ظاہری اعضاء بننا شروع ہو جاتے ہیں اور ان میں جان پڑ جاتی ہے اور جنین متحرک ہو جاتا ہے لیکن جنین میں حرکت پیدا کرنے والی شے اصل روح نہیں (جس کو روح ربانی، روح الٰہی، روح قدسی، روح فوقانی اور نفس ناطقہ کہتے ہیں) اور یہ روح کا اعلیٰ درجہ ہے۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ بدن میں ایک لطیف بھاپ ہے جو اختلاط سے دل میں پیدا ہوتی ہے جو احساس کرنے والے حرکت دینے والے اور غذا کا نظم وانتظام کرنے والے قویٰ (صلاحیتوں) کی حامل ہے۔ علم طب کے احکامات اس میں جاری ہوتے ہیں، یہی بھاپ روح ہے اور یہ روح کا نچلا درجہ ہے۔ اس روح کو نسمہ ، روح ہوائی اور روح حیوانی کہتے ہیں۔

شاہ صاحب کے نزدیک اصل روح یہ بخار لطیف یعنی نسمہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اصل روح کی سواری ہے۔ اور اس (اصل روح) کا بدن سے تعلق جوڑتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان نہ بدن اور جسم کا نام ہے اور نہ نسمہ اور روح حیوانی کا نام ہے بلکہ یہ انسان اس وقت کہلائے گا جب اصل روح (روح ربانی) کا تعلق روح حیوانی (نسمہ) کے ذریعے بدن کے ساتھ قائم ہو جائے۔ اور اصل روح کا تعلق بدن کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی روایات کے مطابق 120 دن کے بعد قائم ہوتا ہے۔[41]

علامہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"عن علي قال: اذا أتت على النطفة أربعة أشهر بعث الله اليها ملكا فينفخ فيها الروح"

"حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جب نطفہ پر ۱۲۰ دن گزر جائیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرماتے ہیں جو اس میں روح پھونک دیتا ہے۔"

آگے لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس ثم أنشأناه خلقا آخر ... يعنى فنفخنا فيه الروح"[42]

یہاں "خلقاً آخر" کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، شعبیؒ، عکرمہؒ، ضحاکؒ اور ابوالعالیہ وغیرہ نے نفخ روح سے فرمائی ہے۔ روح حقیقی کی تخلیق تو تمام انسانوں کی تخلیق سے بہت پہلے ہی انہی ارواح کو حق تعالیٰ نے ازل میں جمع کر کے "الست بربکم" فرمایا اور سب نے "بلیٰ" کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ ہاں اس کا تعلق جسم انسانی کے ساتھ روح حقیقی سے متعلق ہے، جب اس کا تعلق روح حیوانی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو انسان زندہ کہلاتا ہے، جب منقطع ہو جاتا ہے تو انسان مردہ کہلاتا ہے، وہ روح حیوانی بھی اپنا عمل چھوڑ دیتی ہے۔[43]

اس بحث کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ روح کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم حیوانی ہے جس کی وجہ سے مضغہ کے مرحلے میں جنین متحرک رہتا ہے، اس کا دل بھی دھڑکتا ہے اور بعض دیگر اعضاء بھی کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح حقیقی سے پہلے یہی حرکات روح حیوانی کا نتیجہ ہوتی ہے اور پھر ایک سو بیس دن یا چار ماہ کے بعد آنے والے دس دنوں میں جنین میں روح حقیقی پھونکی جاتی ہے۔

نفخ روح کے بعد جنین کی ہفتہ وار نشوونما:

اس مرحلے پر جنین 19 سنٹی میٹر سے 51 سنٹی میٹر تک بڑھ جاتا ہے اور پیدائش کے وقت بچوں کا اوسطاً وزن 3.36 کلو گرام ہوتا ہے۔اس مرحلے میں بچے کے حواس خمسہ بہت حساس ہوتے ہیں۔ وہ ذائقہ محسوس کرتا ہے، آوازوں کو پہچان سکتاہے، دماغ میں تحریک آتی ہے اور بچے کے سیکھنے کی صلاحیت میں نکھار آتا ہے۔اس موقع پر مائیں بچے کی حرکت اور لات مار ناز یادہ محسوس کرتی ہیں۔اب بچہ 200 ملین خلیوں والاانسان بن چکاہے۔حمل کے آخر میں 3 سے 4 فی صد بچے الٹی پوزیشن میں ہوتے ہیں اور صرف 50 فیصد بچے متوقع تاریخ پر پیدا ہوتے ہیں جبکہ ہر پانچ میں سے چوتھا بچہ تاخیر سے پیدا ہوتا ہے لیکن یہ فکرمندی کی بات نہیں۔[44]

بچے کی پیدائش (Parturition) اور جڑواں بچے:

بچہ جب تخلیق کے مراحل مکمل کرکے رحم مادر سے باہر آنے کے قابل ہو جائے تواللہ رب العزت کی طرف سے اس کے دنیامیں آنے کاوقت مقرر کیاہوا ہوتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى"[45]

"اور ہم رحم مادر کے اندر ٹھہراتے ہیں جسے ہم چاہیں ایک وقت مقررہ تک"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَه"[46]

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک قطرۂ آب سے پیدا کیا، پھر اس کو ایک خاص اندازہ سے بنایا پھر اس کے لیے راستہ آسان کردیا"

مفسرین "ثم السبيل يسره" کے دو معانی بیان کرتے ہیں:

1. اسے عقل و سمجھ عطاء کرکے اس پر نیکی اور بدی کا راستہ آسان کردیا۔
2. اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنے کا راستہ آسان کردیا۔

کبھی کبھار حاملہ ایک سے زائد بچوں کو جنم دیتی ہے۔اس کو (Multiple Birth) کہتے ہیں۔جڑواں پیدا ہونے والے بچے دو قسم کے ہوتے ہیں۔

1. برادر جڑواں (Fraternal Twins) کہتے ہیں بعض اوقات عورت کی بیضہ دانی دو بیضوں کو خارج کر دیتی ہے اور اس سے دو جڑواں بچے بنتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا اپنا علیحدہ نظام ہوتا ہے۔مثلاً الگ آنول اور الگ الگ تھیلیاں (Amnion) دونوں کے لیے ہوتی ہیں۔اس قسم کے بچے ایک جیسی جنس کے بھی ہوتے ہیں اور الگ الگ جنس کے بھی اور دونوں کی شکل بھی زیادہ مشابہ نہیں ہوتی۔
2. مادری جڑواں بچے (Maternal Twins) کہتے ہیں۔یہ تب ہوتا ہے جب ایک ہی بیضے کی بارآوری ہو جاتی ہے، لیکن پہلی خلوی تقسیم کے دوران یہ دو مکمل خلیوں میں جن کو (Blastomers) کہتے ہیں، تقسیم ہو جاتا ہے۔اس طرح ایک ہی نطفہ امشاج سے دو علیحدہ علیحدہ ایک جیسی خصوصیات رکھنے والے بچے بن جاتے ہیں۔ ان کو مشابہ جڑواں (Identical Twins) کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کی جنس اور طبعی خصوصیات مماثل ہوتی

ہیں۔[47]

حمل کی تشخیص میں الٹراساؤنڈ ٹیسٹ:

یہ ٹیسٹ حمل کی درمیانی مدت میں کیئے جاتے ہیں۔اس کا اصل مقصد بچے میں کسی بے قاعدگی کا پتہ لگانا ہوتا ہے۔اگر رحم مادر میں بچہ بیمار ہو تو الٹراساؤنڈ سکین کے ذریعے کئی نقائص کا پتہ لگانا ممکن ہے۔اس کے ذریعے معلوم کی جانے والی بیماریوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. اینسی فینی: دماغ یا کھوپڑی کے غیر معمولی طور پر بڑھ جانے کو کہتے ہیں اور اس مسئلے کا شکار بچے پیدا ہونے کے بعد زندہ نہیں رہ پاتے اور پیدائش کے بعد جلد مر جاتے ہیں۔الٹراساؤنڈ سکین میں اس مرض کی تشخیص کا امکان 98 فیصد ہوتا ہے۔
2. اوپن سپائنابیفیڈا: ایسی بیماری ہے جس میں بچے کا حرام مغز مناسب طریقے سے نشو و نما نہ پاتا ہو اور ریڑھ کی ہڈی میں وقفہ یا شگاف پیدا ہو جائے۔اس بیماری کی تشخیص کا امکان 90 فیصد ہوتا ہے۔
3. کلیفٹ لپ: یہ بیماری اس وقت جنم لیتی ہے جب بچے کے اعضاء خاص طور پر ہونٹ آپس میں مناسب طریقے سے جڑ نہیں پاتے۔اس بیماری کی تشخیص کا امکان 75 فیصد ہوتا ہے۔
4. ڈائی فریگمیٹک ہیمیا: اس وقت ہوتا ہے جب بچے کا پردۂ شکم (ڈایافرام) پوری طرح نہ بنے۔پردۂ شکم وہ پٹھا ہے جو سانس لینے میں مدد دیتا ہے اور یہ دل اور پھیپھڑوں کو آنتوں اور پیٹ کے دیگر اعضاء سے الگ رکھتا ہے۔اس مرض کی تشخیص کا امکان 60 فی صد ہوتا ہے۔
5. گیسٹروسانسز: بچے کے پیٹ کے بیرونی حصے میں ایک نقص (سوراخ) ہے جو نال (Umbilical Cord) کے ایک طرف ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ دائیں طرف ہوتا ہے۔آنتوں کا کچھ حصہ اس سوراخ کے ذریعے باہر نکل آتا ہے اور بچے کے پیٹ کے باہر نشو و نما پاتا ہے۔اس مرض کی تشخیص کا امکان 98 فیصد ہوتا ہے۔
6. ایگزوم فیلوس: یہ بیماری تب جنم لیتی ہے جب بچے کی ابتدائی نشو و نما کے دوران پیٹ، نال کی جڑ کے گرد بند ہونے میں ناکام ہو جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ چند اعضاء بچے کے پیٹ سے باہر نشو و نما پاتے ہیں۔اس مرض کی تشخیص کا امکان 80 فیصد ہوتا ہے۔
7. سیریس کارڈیاک ابنارمیلیٹی: اس میں دل کی کئی معذوریاں شامل ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ پیدائش کے بعد جلد ہی بچے کو طبّی طور پر توجہ کی ضرورت ہو گی۔اس بیماری کی تشخیص کا امکان 50 فیصد ہوتا ہے۔
8. بائی لیٹرل رینل ایگنیسر: اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے گردوں کی نشو و نما نہیں ہوئی۔اس صورتحال سے دوچار بچے جلد مر جاتے ہیں، کیونکہ گردوں کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔
9. لیتھل سکیلیٹل ڈسپیسیا: وہ بیماری ہے جو ہاتھوں، پیروں، جسم اور کبھی کبھار کھوپڑی کے سائز اور شکل کو متاثر کرتا ہے۔ایسے بچوں کا سینہ اور پھیپھڑے مکمل طور پر نشو و نما نہیں پاتے جسکی وجہ سے وہ زندہ نہیں رہ پاتے۔اس مرض کی تشخیص کا امکان 60 فیصد ہوتا ہے۔
10. ایڈورڈز سینڈروم (ٹرائی سومی 18-): شاذونادر ہونے والی کروموسومز کی بے ضابطگی اس وقت جنم لیتی ہے جب

بچے کے پاس کروموسوم نمبر 18 کی عمومی طور پر دو کی بجائے تین نقول موجود ہوں۔ اس بیماری کی تشخیص کا امکان 95 فیصد ہوتا ہے۔

11. پیٹؤ سینڈروم (ٹرائی سومی 13) : یہ بھی کروموسومز کی بے ضابطگی ہے اور یہ کروموسوم نمبر 13 کی دو کی بجائے تین نقول کا موجود ہونا ہے۔ اس کی تشخیص کا امکان 95 فیصد ہوتا ہے۔[48]

جنین کے حقوق:

حقوق کا مکلّف ہونے کے لیے اہلیت ضروری ہے جس کی بناء پر کسی کے اوپر یا کسی کے لیے حقوق ثابت ہوتے ہیں۔ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

"فهذه الأهلية نوعان، أهلية الوجوب، وأهلية الأداء. فأما أهلية الوجوب، وهو صلاحية لحكم الوجوب ... والقاصر ما لا يلحق به ذلك"[49]

"اہلیت کی دو اقسام ہیں: (ا) اہلیت وجوب (۲) اہلیت اداء۔ اہلیت وجوب وہ صلاحیت ہے جو کسی حکم کے وجوب کے لیے ہوتی ہے۔ پس جس میں یہ صلاحیت موجود ہو تو اس بات کا اہل ہو گا کہ اس پر احکام واجب کیے جائیں، اور جس میں یہ صلاحیت نہ ہو تو اس پر واجب نہیں ہوتے۔ اہلیت اداء کی دو اقسام ہیں۔ ایک کامل اور ایک قاصر۔ کامل اہلیت وہ ہے جس کے ساتھ ذمہ داری لاحق ہوتی ہے، جب کہ قاصر اہلیت کے ساتھ ذمہ داری لاحق نہیں ہوتی۔"

ذیل میں جنین کے حقوق پر مختصر بات ہو گی۔

نسب کا معاملہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے محتاج بیان نہیں، کیونکہ اس پر کسی بھی معاشرے کا اخلاقی اور تربیتی ڈھانچہ استوار رہتا ہے۔ شریعت نے بچہ کو یہ حق دیا ہے کہ وہ ثابت النسب ہو اور حتی الوسع کوشش کی ہے کہ بچہ پر غیر ثابت النسب ہونے کا دھبہ نہ لگے۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

"ومن قال ان نكحتها فهي طالق فولدت لستة اشهر مذ نكحه الزمه نسبه ومهرها أما النسب فلأنها فراشه.... فيكون العلوق مقارناً للانزال"[50]

"اگر کوئی شخص کسی عورت کو یہ کہے کہ میں اگر تم سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے اور نکاح کے بعد چھ ماہ کے اندر اس نے بچہ جنا تو ایسی صورت میں اس آدمی پر مہر بھی لازم ہو گا جب کہ بچہ بھی ثابت النسب ہو گا کیونکہ یہ عورت اس کی فراش ہے اور یہ ممکن ہے کیونکہ جب اس نے بچہ کو نکاح کے وقت سے لے کر چھ ماہ میں جنا تو طلاق کے وقت سے اس سے کم میں جنا۔ پس علوق طلاق سے قبل نکاح کی حالت میں ہوا ہے۔"

اسلامی تعلیمات کی رو سے جس طرح دیگر اقارب وراثت کے مستحق ٹھہرائے گئے ہیں، اسی طرح ماں کے پیٹ میں موجود حمل کو بھی اس کا حقدار ٹھہرایا گیا ہے اور تقسیمِ میراث کے وقت اس کے لیے حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

"اذا استهل المولود وُرِّث"[51]

"جب مولود (پیدا ہونے کے وقت) چیخ مارے تو اس کو وراثت دی جائے گی"

البتہ اتنا ضروری ہے کہ مورث کی وفات کے وقت رحم مادر میں اس کا وجود متحقق ہو، اور زندہ بھی ہو۔ اگر پیدائش کے وقت اس میں زندگی کے آثار نہ پائے جائیں تو پھر وہ وراثت کا اہل نہیں ہوگا، کیونکہ اہلیت کے لیے زندہ ہونا ضروری ہے اور میت نہ تو اس بات کی مکلّف ہے کہ اس کے لیے میراث وغیرہ کے احکام ثابت ہوں اور نہ اس کی کہ اس کو حقوق کی ذمہ داری سونپی جائے۔ اگر کوئی آدمی مر جائے اور بیوی حاملہ ہو تو ایسی صورت میں ایک بچے کا حصہ موقوف رکھا جائے گا۔ یہی مفتیٰ بہ قول ہے۔[52]

علامہ استروشنیؒ فرماتے ہیں کہ جنین کے زندہ وضع ہونے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ چیخ مارے، یا اس کی چھینک سنی جائے، یا وہ سانس لے، اس کے بعض اعضاء حرکت کریں، یا اس کے مشابہ کوئی عمل کرے۔ اگر مرا ہوا پیدا ہو جائے تو وارث نہیں رہے گا۔ اگر اس کے زندہ یا مردہ پیدا ہونے کے بارے میں اختلاف ہو جائے اور قابلہ (دایہ) اس کے زندہ انفصال کی گواہی دے تو اس بات پر اجماع ہے کہ اس کی گواہی جنین کی نماز جنازہ کے بارے میں قبول ہو گی، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں وراثت کے بارے میں اس کی گواہی قبول نہ ہو گی، جب کہ صاحبین کے ہاں قبول ہو گی۔[53]

موجودہ دور میں اگر میڈیکل رپورٹ سے واضح ہو جائے کہ بچہ پیدائش کے وقت زندہ ماں سے علیحدہ ہوا تو یہ بھی دایہ کی شہادت کے مترادف ہوگا۔

جنین کے لیے ہبہ درست نہیں کیونکہ ہبہ میں قبضہ شرط ہے اور جنین میں قبضہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ اس پر کسی کو ولایت حاصل ہے کہ اس کی طرف سے قبضہ کرے۔[54]

حمل کے لیے وصیت جائز ہے بشر طیکہ یہ یقین ہو کہ وصیت کے وقت اس کا وجود متحقق ہو۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ حمل کے لیے وصیت جائز ہے کیونکہ وصیت من وجہ استخلاف ہے کیونکہ یہ کسی کو اپنے بعض مال میں خلیفہ بنانا ہے اور جنین جس طرح میراث میں خلیفہ بن سکتا ہے اس طرح وصیت میں بھی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے۔[55]

نماز جنازہ بھی بچے کا حق ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہو کر مر جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ جب مولود چیخ مارے تو اس کا نام رکھا جائے گا، اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر وہ چیخ نہ مارے (یعنی زندگی کی علامت ظاہر نہ ہو) تو نہ تو اس کا نام رکھا جائے گا، نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔[56]

اگر خدانخواستہ حاملہ عورت پر کسی وجہ سے حد جاری ہو جائے تو حمل کی موجودگی میں اس پر حد جاری نہیں ہو گی کیونکہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے جو ایک لحاظ سے ماں کا جزء ہے لیکن دوسری طرف وہ ایک مستقل فرد بھی ہے۔ اس کے حقوق اور زندگی کا لحاظ رکھتے ہوئے شریعت نے وضع حمل تک اس کی سزا موقوف کر رکھی ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر حاملہ کی سزا "کوڑے" ہوں تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ وہ بچہ جنے اور نفاس سے نکلے، کیونکہ نفاس بھی بمنزلہ مرض کے ہے لہٰذا اس کو تندرست ہونے کے زمانے تک مؤخر کیا جائے گا۔ اس کو "کوڑوں کی سزا" کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر اس کی سزا "رجم" یعنی سنگساری ہو تو بچہ کی پیدائش کے فوراً بعد بغیر کسی تاخیر کے اس کو رجم کیا جائے گا کیونکہ تاخیر بچے کی وجہ سے تھی اور وہ (ماں سے) جدا ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر بچے کی پرورش اور تربیت کے لیے کوئی اور موجود نہ ہو تو بچے کے ماں

سے مستغنی ہونے تک رجم کو مؤخر کیا جائے گا، کیونکہ ایسی صورت میں تاخیر کرنے سے بچہ کے ضائع ہونے سے حفاظت ہو گی۔[57]

اگر کوئی حاملہ وفات پا جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ کے زندہ ہونے کا پتہ چلے تو ایسی صورت میں اس کے پیٹ کا آپریشن کرکے بچہ کو زندہ نکالا جائے گا۔ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"حاملہ عورت وفات پا گئی اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے جو حرکت کرتا ہو تو اس کے پیٹ کو بائیں طرف سے چاک کر دیا جائے گا اور بچہ کو باہر نکالا جائے گا۔[58]

اسقاط حمل پاکستانی قانون کی نظر میں:

بلاعذر اسقاط حمل چونکہ ایک معاشرتی اور اخلاقی جرم ہے، اسی وجہ سے اس مسئلے کو قانونی حیثیت بھی حاصل ہے۔ اس مسئلے کو پاکستانی قانون کے حوالے سے "دفعہ ۳۳۸، اسقاط حمل" کے عنوان کے تحت درج کیا جاتا ہے۔ اس دفعہ کی رو سے:

"جو کوئی کسی حاملہ عورت کا حمل، جب کہ بطن مادر میں بچے کے اعضاء ابھی نہ بنے ہوں، ساقط ہونے کا موجب بنے، اگر ایسا اسقاط نیک نیتی سے اس عورت کی زندگی بچانے کے لیے یا اسے ضروری علاج مہیا کرنے کے لیے نہ ہو تو اس نے اسقاط حمل کا ارتکاب کیا ہے۔ (نوٹ: جو عورت خود اپنا حمل ساقط ہونے کا موجب بنے وہ بھی اس دفعہ کے مفہوم میں اسقاط حمل کی مرتکب ہے)"۔

اس دفعہ کو مزید ذیلی دفعات الف، ب اور جیم میں تقسیم کیا گیا ہے۔[59]

دیگر ممالک کے قوانین برائے اسقاط حمل:

2013ء میں اقوام متحدہ نے ایک سروے کیا جس میں انہوں نے دنیا کے تمام ممالک کے اسقاط حمل سے متعلق قوانین کو جمع کرکے پیش کیا ہے۔ ان ممالک کو قوانین کے لحاظ سے پانچ اقسام میں رکھا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم میں وہ ممالک جن میں اسقاط حمل کی قطعاً اجازت نہیں۔ ایسے ممالک میں اس کو سخت جرم تصور کیا جاتا ہے۔ یہ کل چھ ممالک ہیں دوسری قسم میں وہ ممالک ہیں جن کے قانونی اصول سے صرف عورت کی جان بچانے کی خاطر اسقاط حمل کا جواز مستفاد ہوتا ہو۔ یہ کل بیس ممالک ہیں۔ تیسری قسم میں وہ ممالک ہیں جن میں عورت (حاملہ) کی جان بچانے کی خاطر صریح اجازت ہے۔ یہ کل تیس ممالک ہیں۔ چوتھی قسم میں وہ ممالک شامل ہیں جن میں اعذار کی بناء پر اسقاط حمل کی صریحی اجازت ہے۔ یہ کل 82 ممالک ہیں جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔ پانچویں قسم میں 59 ممالک شامل ہیں جن میں درخواست پر اجازت دی جاتی ہے۔[60]

جنین پر تعدّی کی صورت میں اسلامی قانون:

اگر کوئی شخص کسی حاملہ کے پیٹ کو مارے جس سے جنین کو نقصان پہنچے تو ایسی صورت میں اس شخص کو تاوان ادا کرنا ہو گا لیکن یہ ایسی صورت میں جب اس کے بعض یا کل اعضاء بن چکے ہوں۔ شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"واذا ضرب الرجل بطن المرأة فألقت جنينا ميتا ففيه غُرة عبد او امة يعدل ذلك بخمس مأة"[61]

"جب آدمی کسی عورت کو پیٹ پر مارے اور اس سے مردہ بچہ پیدا ہو تو اس میں ایک غُرہ یعنی غلام یا باندی جو پانچ سو دراہم کے برابر ہوں، واجب ہے۔"

اگر حاملہ عورت عمداً کوئی ایسی صورت اختیار کرے جس کی وجہ سے بچہ ساقط ہو جائے تو ایسی صورت میں حاملہ پر غُرّہ

واجب ہوگا، تاہم غُرّہ اس کے عاقلہ پر واجب ہوگا۔امام فخر الدین قاضی خان لکھتے ہیں:

"جب عورت عمداً دوا پی کر یا دوسرا طریقہ علاج اپنا کر بچے کے سقوط کا سبب بنے تو اس کے عاقلہ پر غُرّہ واجب ہوگا اور اگر اس نے کوئی دوا لی اور اسقاط ولد کی نیت نہ ہو تو اس پر کوئی شے نہیں البتہ قصد و عمد کی قید صرف حاملہ کے لیے ہے (اگر کوئی اور مارے چاہے سہواً ہو یا عمداً تو پھر اس پر گزشتہ بیان شدہ احکام جاری ہوں گے) جب کہ غُرّہ شوہر کے لیے ہوگا۔ ہمارے ہاں غُرّہ کی مقدار پانچ سو دراہم ہیں۔اور اگر (کسی نے حاملہ کو مارا جس کی وجہ سے) جنین مردہ حالت میں نکلا اور ماں بھی مر گئی تو مارنے والے پر صرف حاملہ کی دیت ہے جب کہ (مردہ جنین) کے بارے میں اس پر کچھ بھی نہیں۔"[62]

اگر محلّہ میں کوئی ناتمام بچہ یا سقط پایا جائے لیکن اس پر ضرب کا کوئی نشان موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اہل محلّہ پر کچھ بھی نہیں۔۔۔اور اگر بچہ تام الخلقت ہو اور اس پر ضرب کا نشان بھی موجود ہو تو اہل محلّہ پر قسامت اور دیت واجب ہوگی کیونکہ تام الخلقت بچہ ماں سے عموماً زندہ جدا ہو جایا کرتا ہے، البتہ اگر ناقص الخلقت ہو تو پھر کچھ بھی نہیں کیونکہ ناقص الخلقت بچہ مردہ ماں سے جدا ہو جایا کرتا ہے، زندہ نہیں۔[63]

عارضی مانع حمل تدابیر یا عزل کا حکم:

مختلف قسم کے احادیث اور فقہی ذخیرے کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عزل یا عارضی موانع حمل تدابیر فی نفسہ مباح ہیں، لیکن یہ بات واضح رہے کہ کسی مباح کام کے ارتکاب کا حکم اس کے سبب و محرک کو دیکھتے ہوئے لگایا جاتا ہے۔ اگر مباح کا ارتکاب کسی جائز سبب کے لیے ہو تو جائز اور اگر سبب ناجائز ہو تو پھر "الأمور بمقاصدها"[64] کی رو سے خود مباح کا حکم بھی ناجائز رہتا ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ معاشرتی ضرورت کی وجہ سے بسااوقات مباح کا ارتکاب ضروری ہو لیکن اس کا دائرہ وسیع نہیں، جس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ شریعت کے کسی حکم سے متصادم نہ ہو، البتہ جائز اسباب کو مد نظر رکھ کر مانع حمل ادویات کا استعمال جائز ہے۔

فقہائے کرام نے چند اسباب کی نشان دہی کی ہے جن کی موجودگی کی صورت میں عارضی موانع حمل تدابیر جائز ہیں۔ علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے:

"ويحتمل أنه أراد الحاق مثل هذا لعذر به كأن يكون في سفرٍ بعيدٍ أو في دار الحرب فخاف علی الولد، أو كانت الزوجة سيئة الخُلُقِ ويريد فراقها فخاف أن تحبل. قال ابن وهبان: ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل"[65]

"یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے اس عذر کے ساتھ اس جیسے دوسرے اعذار کے الحاق کا ارادہ کیا ہو مثلاً وہ دور کے سفر میں ہو یا دارالحرب میں ہو اور بچے (کی پیدائش) پر خوفزدہ ہو، یا بیوی بداخلاق ہو اور شوہر اس سے علیحدگی کا ارادہ رکھتا ہو (جس کی وجہ سے) اس کے حاملہ ہونے سے خوفزدہ ہو۔ابن وہبان نے کہا ہے کہ یہ بھی اعذار میں سے ہے کہ ظہورِ حمل کے بعد عورت کا دودھ منقطع ہو جائے۔"

فقہی جزئیات کی روشنی میں عذر کی بناء پر مانع حمل تدابیر کی گنجائش موجود ہے مثلاً کسی عورت کا حمل اس کی صحت پر ناقابل تحمل حد تک اثر انداز ہوتا ہو اور اولاد میں وقفہ نہ رکھنے کی وجہ سے شدید مشکلات سے دوچار ہوتی ہو، مثلاً یا تو موت کا خطرہ

ہو یا مستقبل میں ناقابل تحمل بیماری کا شکار ہوتی ہو، ایسی صورت میں خود اس خاتون کا ظن غالب ہو یا ماہر اور دیندار ڈاکٹر اس کو مشورہ دے تو ایسی صورت میں مانع حمل ادویات کا استعمال جائز ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا"66

"اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے۔"

اسی طرح بچہ کی صحت کے پیش نظر بچوں کی پیدائش میں کسی حد تک وقفہ رکھنا مناسب ہے۔ بعض بچوں کے لیے ماں کے دودھ کے علاوہ دوسری چیز پر گزارہ کرنا مشکل ہوتا ہے، اور جلدی حمل ٹھہرنے سے گود میں بچے کی صحت پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں مانع حمل ادویات یا عزل کا طریقہ اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ تربیتی حوالے سے معاشرتی بگاڑ بھی وقفے کے لیے ایک جائز عذر ہے۔ اگر کسی معاشرتی مجبوری کے سبب بچوں کی تربیت باپ کے اختیار میں نہ رہے یا وہ بچوں کی تربیت نہیں کر سکتا اور یہ خطرہ ہو کہ بچے پیدا ہو کر بے دین اور بد کردار ہو کر بدامنی کا ذریعہ بنیں گے تو ایسی صورت میں اولاد کی پیدائش کا سلسلہ عارضی طور پر روکنے کی رخصت ہے۔

اگر کسی شخص کی بیوی بد اخلاق ہو اور شوہر کا ارادہ اس کو طلاق دینے کا ہو کہ کچھ وقت انتظار کرنے کے بعد اگر بیوی کا رویہ درست ہو گیا تو ٹھیک ورنہ جان چھڑاؤں گا۔ ایسی صورت میں جب بچے پیدا ہو جائیں تو پھر مرد کے لیے عورت سے جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے یا علیحدگی کی صورت میں بچوں کی مستقبل پر برے اثرات پڑتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں مانع حمل تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح بعض اوقات ذریعہ معاش کی تلاش میں یا کسی اور وجہ سے ایسے ملک میں رہائش اختیار کرنی پڑتی ہے جہاں مستقل طور پر رہنا نہیں ہوتا لہٰذا ممکن ہے کہ بناء بر ضرورت حفاظت نفس کے لیے شادی کر لے، لہٰذا ایسے ملک میں بچوں کی پیدائش کا سلسلہ روکنا بھی جائز ہے۔

اللہ رب العزت نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے باعث سکون قرار دیا ہے جس کے لیے دونوں کی باہمی الفت و محبت کا ہونا ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اچھی بیوی کی خوبیوں میں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ "إن نظر إليها سرته" یعنی اگر خاوند اس کی طرف دیکھے تو سرور حاصل ہو۔ پس اگر بیوی بے دریغ بچوں کی پیدائش کی وجہ سے ایسی حالت کا شکار ہوتی ہو کہ خاوند کی توجہ اور محبت متاثر ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ کے لیے تدبیر کرنا جائز ہے۔ بیوی کا خاوند کی توجہ کا مرکز بننا اس کے فرائض منصبی کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیوی کا خاوند کے سامنے بننا، سنورنا اور خوبصورت لباس وغیرہ پہننا مستحسن اقدام ہے۔

علاوہ ازیں موجودہ دور کے حالات کا تقاضا ہے کہ عیسائی یا یہودی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے بچا جائے کیونکہ اس سے ایسے معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں جنہیں کنٹرول کرنا مشکل بلکہ ناممکن رہتا ہے۔ تاہم پھر بھی اگر کسی شخص نے اہل کتاب کی کسی خاتون سے نکاح کیا اور یہ خطرہ ہو کہ عیسائی یا یہودی عورت کی گود میں پلنے بڑھنے والا بچہ ماں کا نظریہ اختیار کر کے بے دین ہو گا تو اس کے لیے بھی اولاد روکنے کی تدبیر کرنا جائز ہے۔ بعض ممالک میں دو سے زیادہ بچے پیدا کرنے پر قانونی پابندی ہے۔ ایسے ممالک میں رہنے کی صورت میں اگر زیادہ بچے پیدا کرنا سزا کا سبب بنتے ہوں تو سزا سے بچنے کی خاطر حمل کے تدارک کے اسباب اختیار کرنا جائز ہے۔

ناجائز اسباب:

شرعی اعذار کے علاوہ دیگر نامعقول وجوہات کی بناء پر بچوں کے سلسلے کو روکنا جائز نہیں۔ سب سے نامعقول عذر مفلسی یا تنگدستی ہے جو خاندانی منصوبہ بندی والوں کی توجہ کا محور ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر آبادی کنٹرول میں رہی تو اس سے فقر وفاقہ اور غربت پیدا نہ ہوگی جو شرعی احکامات سے متصادم ہی نہیں بلکہ قہرِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ اولاد کو بوجھ سمجھ کر شادی کو صرف خواہش کی تکمیل تک محدود رکھنے اور آزاد زندگی گزارنے کی خواہش کو مدنظر رکھ کر اولاد کی پیدائش کا سلسلہ روکنا جائز نہیں۔

اسی طرح بعض ملازم پیشہ خواتین بھی ملازمت کی وجہ سے اولاد کا بوجھ نہیں اٹھاتیں۔ بیوی کا خرچہ چونکہ شوہر کے ذمہ ہے اور اس کی ملازمت کوئی معقول عذر نہیں لہٰذا یہ بھی ناجائز ہے کہ وہ بچوں کی پیدائش روک دے۔ علاوہ ازیں کوئی مرد یا عورت ہمیشہ جوان کہلانے کے مریض ہوں کہ پھر ہمیں "امی، ابو" یا آگے جا کر "دادا، دادی" یا "نانا، نانی" پکاریں گے تو یہ بھی ناجائز سبب ہے۔

اسقاط حمل:

فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ نفخ روح کے بعد حمل کا ساقط کرنا حرام اور قتل نفس کے مترادف ہے۔ علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے:

"لو كان الجنين حيا ويخش على حياة الأم فانه لا يجوز تقطيعه لأن موت الأم به موهوم فلا يجوز قتل آدمي لأمر موهوم"[67]

"اگر جنین زندہ ہو اور ماں کی جان کو خطرہ ہو تو اس کو کاٹنا (ساقط کرنا) جائز نہیں، لہٰذا کسی موہوم امر کی بناء پر انسان کا قتل جائز نہیں"

اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ کسی موہوم امر یا ظن کی بناء پر روح پھونکنے کے بعد بچہ کا اسقاط حرام ہے اور اس صورت میں اس بچہ کی زندگی تو یقینی ہے اور بعض احکام کے اعتبار سے ایک کامل فرد ہے جب کہ ماں کی موت موہوم یا ظنی ہے، لہٰذا امر موہوم کی وجہ سے یقینی زندگی کو ختم کرنا روا نہیں۔

روح پھونکنے سے قبل اسقاط حمل سے متعلق فقہائے کرام کے نقطۂ نظر میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ بعض اس کی اباحت جب کہ بعض عدم اباحت کے قائل ہیں۔ علامہ ابن نجیمؒ نے فتح القدیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ 120 دن (نفخ روح) سے قبل اسقاطِ حمل مباح ہے۔ اسی طرح علامہ قاضی خانؒ، فقیہ علی بن موسیٰؒ، امام غزالیؒ وغیرہ کے ہاں استقرارِ حمل کے بعد اسقاط جائز نہیں۔[68]

علامہ ابن عابدینؒ اور ابن نجیمؒ نے ابن وہبان کے حوالے سے لکھا ہے:

"قال ابن وهبان فاباحة الاسقاط محمول على حالة العذر او أنها لا تأثم اثم القتل"[69]

"ابن وہبان نے کہا ہے کہ اسقاط (حمل) کی اباحت یا تو عذر کی حالت پر مبنی ہے یا وہ قتل جتنا گناہگار نہیں۔"

یہ مناسب فیصلہ ہے کہ اباحت اور عدم اباحت کے اقوال میں تطبیق یوں دی جائے کہ جو فقہاء اس کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کا مقصد یہی ہو کہ بغیر عذر کے جائز نہیں اور جنہوں نے جواز کا قول کیا ہے وہ عذر کی حالت پر مبنی ہو۔ واللہ اعلم

اگر بچے کی وجہ سے ماں کی جان جانے کا محض شبہ ہو تو روح پھونکنے کے بعد اسقاط جائز نہیں، تاہم اگر ماں کی موت یقینی ہو اور ڈاکٹروں کی بورڈ اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ اسقاط حمل کے بغیر عورت کی زندگی بچانے کا اور کوئی راستہ نہیں تو ایسی صورت میں "اہون البلیتین" پر فیصلہ کرتے ہوئے اسقاط کی گنجائش ہے۔ قاعدہ ہے:

"الضرر الأشد يزال بالأخف... والأصل في ذلك أن من ابتلى ببليتين وهما متساويان يأخذ بأيهما شاء وإن اختلفا اختار أهونهما"[70]

"ایک ضرر جو دوسرے کی نسبت بڑا ہو تو اِخف (ہلکے ضرر) کے ساتھ اشد کا ازالہ کیا جائے گا۔ اس میں اصل یہ ہے کہ کوئی شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے اور دونوں برابر ہوں تو دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے اور اگر وہ دونوں مختلف ہوں تو ایسی صورت میں جو کم ضرر والا ہو اس کو اختیار کرلے"

مکہ مکرمہ کی اسلامک فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے کے مطابق اجلاس میں اس موضوع پر ماہر اطباء اور ارکان کی آراء پر غور اور مباحثہ کے بعد اکثریت کی رائے سے درج ذیل فیصلہ کیا گیا:

"اگر حمل 120 دنوں کا ہو تو اس کا اسقاط جائز نہیں خواہ طبّی تشخیص سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ بچہ ناقص الخلقت ہے۔ البتہ اگر ماہر، قابل اعتماد اطباء کی کمیٹی کی رپورٹ سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ حمل کا باقی رہنا ماں کی زندگی کے لیے یقیناً خطرناک ہے تو ایسی صورت میں بڑے نقصان کے ازالے کے لیے بچہ کا اسقاط جائز ہے۔"[71]

خلاصہ یہ کہ ایسی صورت میں ماں کی جان بچانا زیادہ اہم ہے اور اس کی موت کا ضرر اس بچہ کی نسبت زیادہ ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس کا زندہ پیدا ہونا بھی یقینی نہیں اور ماں کی حیات یقینی ہے، لہٰذا اس میں اِخف ضرر بچہ کے سقوط کی صورت میں ہے۔

جدید ذرائع کے تحت اگر میڈیکل رپورٹ سے یہ ثابت ہو جائے کہ رحم مادر میں موجود بچہ کسی شدید قسم کی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہے اور آگے جا کر پیدائش کی صورت میں معاشرہ پر ایک بوجھ ثابت ہوگا۔ مثلاً وہ معذور ہے، پیدا ہو کر دیوانہ، لنگڑا یا ایڈز سے متأثر ہوگا تو نفخ روح کے بعد اس کا اسقاط جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نفخ روح کے بعد اب بچے کا بذات خود زندہ رہنے کا استحقاق پیدا ہو گیا۔

زنا کے حمل کا اسقاط:

اگر خدانخواستہ کہیں حمل حرام نطفہ سے ٹھہر جائے تو بدنامی سے بچنے کی خاطر 120 دن سے قبل اس کے ضائع کرنے کی گنجائش مل سکتی ہے لیکن روح آنے کے بعد بدنامی سے بڑھ کر حمل کی زندگی کا تحفظ ضروری ہے لہٰذا پھر اسقاط جائز نہیں بلکہ یہ قتل نفس کے مترادف ہوگا۔

مستقل طور پر ذرائع تولید کو ختم کرنا جائز نہیں۔ بخاری شریف میں سعد بن ابی وقاص کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون کو باوجود قدرت کے نکاح سے باز رہنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر ان کو اجازت دی جاتی تو پھر ہمیں قوت مردمی ختم کرنے کی گنجائش مل جاتی۔[72] اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قوت مردمی کو ختم کرنا ازروئے شرع ناجائز ہے۔ اس

طرح کسی خاتون کو بھی مستقل طور پر بانجھ بنانا کہ اس کی بیضہ دانی کو آپریشن کے ذریعے ہٹا دیا جائے یا کوئی اور صورت جس طرح کہ عزل کے تحت گزر چکا، اختیار کرنا جائز نہیں۔ اگر کہیں ایسی صورت ہو جہاں خاتون کی صحت کے حوالے سے مستقل علاج کی ضرورت پڑے، مانع حمل ادویات کے استعمال سے تدارک نہ ہو اور کسی ادنی بے احتیاطی سے علوق کی وجہ سے بار بار حمل سے خاتون کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو یا دو تین بچوں کی ولادت معمول سے ہٹ کر آپریشن کے ذریعے ہو اور مزید حمل سے جسم کے نظام کے تعطل کا خطرہ ہو یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، ایسی صورت میں اس کی زندگی کی حفاظت کی خاطر مستقل طور پر آپریشن یا دوسرے طریقوں سے مستقل علاج جائز ہے۔

فن طب یا ڈاکٹری ایک مقدس پیشہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت "الشافی" (شفا دینے والا) کا مظہر ہے اور عرف میں ڈاکٹروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی بناء پر ڈاکٹروں کی ذمہ داری ہے کہ اس پیشے کے تقدس کا لحاظ رکھتے ہوئے غیر اخلاقی اور معاشرتی بگاڑ کا سبب بننے والے افعال سے پہلو تہی کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"[73]

"اور نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو"

حرام نطفہ کے حمل کا علاج ڈاکٹر کا فریضۂ منصبی نہیں بلکہ جواز کے درجہ میں ڈاکٹر اس کا علاج کر سکتا ہے، لیکن اگر اس کو معلوم ہو کہ ایسے لوگوں کا علاج کرنے سے معاشرہ میں بدکاری کو ترویج ملتی ہے تو پھر اس سے بچنا چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں جب اسقاط حمل کے علاج کی سہولت میسر نہ ہو گی تو لوگ بدکاری کرنے پر دلیر نہ ہوں گے جس سے فحاشی کا راستہ بھی کسی حد تک مسدود ہو جائے گا۔

نتائج

1. انسان کی تخلیق قرآن وحدیث کی روشنی میں پانچ مراحل میں ہوتی ہے۔ یہ پانچ مراحل نطفہ، علقہ، مضغہ غیر مخلقہ، مضغہ مخلقہ اور روح کا پھونکنا ہیں۔
2. اسلام نے جنین کے لیے پیدائش سے قبل ہی وراثت، نسب، وصیت اور نماز جنازہ وغیرہ کے حقوق کا تعین کیا ہے۔
3. روح پھونکنے اور جنین کی صورت بننے سے قبل اسقاط کے بارے میں بعض فقہاء جواز اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔ جو فقہاء اس کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ بغیر عذر کے جائز نہیں اور جنہوں نے جواز کا قول کیا ہے وہ عذر کی حالت پر مبنی ہے۔
4. شرعی عذر کی موجودگی میں بچوں میں مناسب وقفہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مستقل طور پر علاج کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے جبکہ بغیر شرعی عذر کے ایسا کرنا باعث گناہ ہے۔
5. جب جنین میں روح پڑ جائے تو پھر اس کا اسقاط قتل نفس کے مترادف ہے البتہ اگر ڈاکٹروں کا بورڈ اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ بچے کے عدم سقوط کے نتیجے میں حاملہ کی موت یقینی ہے تو پھر حاملہ کی جان بچانے کی خاطر اسقاط کی اجازت ہے۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] سورۃ البقرۃ: ۲۹

Surah al Baqarah, 29.

[2] سورۃ الحجرات: ۱۳

Surah al Ḥujarāt, 13.

[3] سورۃ الغافر: ۶۴

Surah al Ghāfir, 64.

[4] سورۃ التین: ۵

Surah al Tīn, 5.

[5] سورہ الحج: ۵

Sūrah al Ḥajj, 5.

[6] ابن منظور افریقی، لسان العرب، داراحیاء التراث، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۲:۳۸۶

Ibn Manzūr, *Lisān al 'Arab,* (Beirut: Dār Iḥyā' al Turath al 'Arabī, 1988), 2:386 .

[7] جماعۃ الزعماء، المعجم الوسیط، دارالمعارف، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۶۲

Jamā'ah al Zu'amā', *Al Mu'jam al Wasīt,* (Karachi: Dār al Ma'ārif, 2004), p:162.

[8] جماعۃ الزعماء، شماس کمپری ہنسیو اناٹومی، مکتبہ دانیال، لاہور، س۔ن، ص: ۱۶۔ نجیب الحق، ڈاکٹر، علم تشریح الابدان، العلم پبلیکیشنز پشاور، مارچ، ۲۰۱۸ء، ص: ۴۴

Jamā'ah al Zu'amā', *Shamās Comprehensive Anatomy,* (Lahore: Maktabah Daniyāl), p:16. Najīb ul Ḥaq, Doctor, *'Ilm Tashrī ' ul Abdān,* (Peshawar: Al 'Ilm Publications, March, 2018), p:44.

[9] الشوکانی، محمد نبیل، الاعجاز الالٰہی فی خلق الانسان، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۹

Al Shawkānī, Muḥammad Nabeel, *Al I'jāz al Ilāhī fī Khalq al Insān,* (2002), p:19.

[10] سورۃ المؤمنون: ۱۲

Surah al Mu'minūn, 12.

[11] نجیب الحق، ڈاکٹر، علم تشریح الابدان، العلم پبلیکیشنز پشاور، مارچ، ۲۰۱۸ء، ص: ۴۶

Najīb ul Ḥaq, Doctor, *'Ilm Tashrī ' ul Abdān,* (Peshawar: Al 'Ilm Publications, March 2018), p:44.

[12] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س۔ن، ۲:۱۱۱

Al Bukhārī, Muhammad bin Isma'il, *Al Ṣaḥīḥ,* (Karachi: Qadīmī Kutub Khana), 2:111.

[13] کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات کراچی، ۲۰۰۱ء، ص: ۱۶۶۵

Kīrānavī, Wahīd al Zamān, *Al Qāmūs al Waḥīd,* (Karachi: Idarah Islamiat, 2001), p:1665.

[14] سورۃ النحل: ۴

Surah al Naḥal, 4.

[15] سورۃ الانسان: ۲

Aurah al Insān, 2.

[16] الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل آی القرآن، مؤسستہ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۷ء، ۵۷۸: ۲۴

Al Ṭabrī, Muḥammad bin Jarīr, *Jami' al Bayān fī Ta'vīl Āyi al Qur'ān,* (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 1997), 24:578.

[17] ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالفکر، بیروت، س-ن، ۳۱۱: ۱۳

Ibn Ḥajar, Aḥmad bin 'Alī, *Fatḥ al Bārī,* (Beirut: Dār al Fikr), 13:311.

[18] T. W. Sadler, *Langman's Medical Embryology,* 9th Edition, p:29.

[19] سورۃ المؤمنون: ۱۲

Surah al Mu'minūn, 12.

[20] Brus M. Karslon, *Human Embryology and Developmental Biology,* (2009), p: 85.

[21] http://www.bebecare.me/pregnancy/week-by-week.

[22] ابن حجر، فتح الباری، ۳۱۷: ۱۳

Ibn Ḥajar, *Fatḥ al Bārī,* 13:317.

[23] Scott F. Gilbert, *Developmental Biology,* 9th Edition, p: 511.

[24] امام مسلم، ابوالحسن، بن الحجاج القشیری، الصحیح المسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س-ن، ۱۴۶: ۱

Al Qushayrī, Muslim bin Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim,* (Karachi: Qadīmī Kutub Khana), 1:146.

[25] ابن حجر، فتح الباری، ۶۹۳: ۷

Ibn Ḥajar, *Fatḥ al Bārī,* 7:693.

[26] سورۃ العلق: ۱

Surah al 'Alaq, 1.

[27] Victor Olu Taiwo, *World Terrorism Diagnosis and Path to Global Peace,* (2014), p:133.

[28] الراغب، حسین بن المفضل، مفردات الفاظ القرآن، دارالقلم، دمشق، س-ن، ص: ۵۷۹

Al Rāghib, Ḥusain bin al Mufaḍal, *Mufradāt Alfāẓ al Qur'ān,* (Damascus: Dār al Qalam), p:579.

[29]Keith L Moore, *The Developing Human,(* South Asian: 8th Edition), p:96. ,alsohttp://www.bebecare.me/pregnancy/week-by-week

[30] سورۃ المؤمنون: ۱۳

Surah al Mu'minūn, 13

[31] تفسیر قرطبیؒ، ۶: ۶

Tafsīr al Qurṭabī, 6:6.

[32] سورۃ الحج: ۵

Surah al Ḥajj, 5.

[33] تفسیر قرطبیؒ، ۴: ۱۲

Tafsīr al Qurṭabī, 12:4.

[34] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۲۰۰۸ء، ۲۴۱: ۶

Muftī Muḥammad Shafī', *Ma'ārif al Qur'ān,* (Karachi: Idārah al Ma'ārif, 2008), 6:241.

[35] الماتریدی، محمد بن محمد بن محمود، تاویلات اہل السنۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۵ء، ۳۹۱: ۷

Al Māturīdī, Muḥammad bin Muḥammad bin Maḥmūd, *Ta'vīlāt Ahl al Sunnah,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2005), 7:391.

[36]الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، ص: ۷۷۰

Al Rāghib, *Mufradāt Alfāẓ al Qur'ān,* p:770.

[37]ابن حجر، فتح الباری، ۳۱۶:۱۳

Ibn Ḥajar, *Fatḥ al Bārī,* 13:316.

[38] *The Developing Human,* p:98, http://www.bebecare.me/pregnancy/week-by-week.

[39]ابن حجر، فتح الباری، ۳۱۷:۱۳

Ibn Ḥajar, *Fatḥ al Bārī,* 13:317.

[40] تفسیر قرطبی، ٦:٦

Tafsīr al Qurṭabī, 6:6.

[41]شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، مکتبہ سلفیہ لاہور، س۔ن، ص: ۱۸

Shah Wali Ullah, *Ḥujja-t-Ullah al Bālighah,* (Lahore: Maktabah Salafiyyah), p:18.

[42]ابن کثیر، إسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، اسلامی کتب خانہ لاہور، ۱۹۹۹ء، ۱۲:۵

Ibn Kathīr, Ismā'īl bin 'Umar, *Tafsīr al Qur'ān al Aẓīm,* (Lahore: Islāmī Kutub Khana, 1999), 5:12.

[43] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۳۴:٦

Muftī Muḥammad Shafī', *Ma'ārif al Qur'ān,* 6:34.

[44]www.bebecare.me/pregnancy/week-by-week.

[45]سورۃ الحج: ۵

Surah al Ḥajj: 5.

[46]سورۃ العبس: ۱۹

Aurah al 'Abas: 19.

[47] *Text Book of Biology Class XII,* (Peshawar: KPK Text Book Board, 2012), p:134.

[48] www.arc-uk.com.

[49]السرخسی، محمد بن احمد، اصول سرخسی، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۳ء، ۲۴۰:۲

Al Sarakhasī, Muḥammad bin Aḥmad, *Uṣūl Al Sarakhasī,* (Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1993), 2:240.

[50]الزیلعی، فخر الدین، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب، بیروت، س۔ن، ۲۴۷:۳

Al Zayla'ī, Uthmān bin 'Alī, *Tabyīyn al Ḥaqā'iq,* (Beirut: Dār al Kutub), 3:247.

[51]ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن ابو داؤد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س۔ن، ۵٦:۲

Abū Dāwūd, Sulaymān bin Ashath, *Sunan Abī Dāwūd,* (Lahore: Maktabah Raḥmaniah), 2:56.

[52]الاستروشی، محمد بن محمود بن الحسین، احکام الصغار، دار لکتب، بیروت، س۔ن، ص: ۳۷۸

Al Astarawshī, Muḥammad bin Maḥmūd, *Aḥkām al Ṣighār,* (Beirut: Dār al Kutub), p:378.

[53]الاستروشی، احکام الصغار، ص: ۳۷۸

Al Astarawshī, *Aḥkām al Ṣighār,* p:378.

[54]ابن عابدین، محمد بن محمد امین بن عمر، علاء الدین، رد المحتار، مکتبہ امدادیہ ملتان، س۔ن، ۲۴۲:۱

Ibn 'Ābidīn, Muḥammad bin Muḥammad Amīn, *Radd al Muḥtār,* (Multan: Maktabah Imdadiyyah), 1:242.

[55] المرغینانی، برہان الدین، الہدایہ، کتاب الوصایا، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س-ن، ۶۴۲: ۴
Al Marghīnanī, Burhān al Dīn, *Al Hidayah,* (Lahore: Maktabah Raḥmaniah), 4:642.

[56] الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب، ۲۰۰۸ء، ۳۱۲: ۲
Al Kāsānī, 'Alā' al Dīn, *Badai' al Ṣanai' fī Tartīb al Sharai',* (Beirut: Dār al Kutub, 2008), 2:312.

[57] ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیۃ، س-ن، ۱۸: ۵
Ibn Nujaym , Zain al Dīn, *Al Baḥr al Rā'iq,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), 5:18.

[58] الحصکفی، محمد بن علی، در مختار، مکتبہ امدادیہ ملتان، س-ن، ۴۵: ۳
Al Ḥaṣkafī, Muḥammad bin 'Alī, *Durr al Mukhtār,* (Multan: Maktabah Imdadiyyah), 3:45.

[59] ایم محمود، دی میجر ایکٹ: لاء آف کرائمز، القانون پبلشرز، ۲۰۱۳ء، ص: ۲۹۸
M. Mehmood, *The Major Act: Law of Crimes,* (Al Qānūn Publishers, 2013), p:298.

[60] http:/www.en.m.wikipedia.org/wiki/Abortion-law.

[61] السرخسی، محمد بن احمد، کتاب المبسوط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س-ن، ۷۸: ۲۶
Al Sarakhasī, Muḥammad bin Aḥmad, *Kitāb al Mabsūt,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), 26:78.

[62] قاضی خان، امام فخر الدین ابی المحاسن الحسن بن منصور، الفرغانی، فتاویٰ قاضی خان، ۲۰۰۹ء، دار الکتب بیروت، ۳۵۵: ۳
Qāḍī Khan, Ḥasan bin Manṣūr, *Fatāwa Qāḍī Khan,* (Beirut: Dār al Kutub, 2009), 3:355.

[63] المرغینانی، الہدایہ، ۶۲۵: ۴
Al Marghīnānī, *Al Hidayah,* 4:625.

[64] ابن نجیم، زین الدین، الاشباہ والنظائر، ایچ ایم سعید، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۲
Ibn Nujaym, Zayn al Dīn, *Al Ashbah wal Naẓā'ir,* (Karachi: H. M. Saeed, 2000), p:12.

[65] ابن عابدین، ردالمحتار، ۳۳۵: ۴
Ibn 'Ābidīn, *Radd al Muḥtār,* 4:335.

[66] سورۃ النساء: ۲۹
Surah al Nisā', 29.

[67] ابن عابدین، ردالمحتار، ۳۴۹: ۳
Ibn 'Ābidīn, *Radd al Muḥtār,* 3:349.

[68] ابن نجیم، البحر الرائق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۳۴۹: ۳
Ibn Nujaym, *Al Baḥr al Rā'iq,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), 3:349.

[69] ابن عابدین، ردالمحتار، ۳۴۹: ۳
Ibn 'Ābidīn, *Radd al Muḥtār,* 3:349.

[70] محمد خالد الاتاسی، شرح المجلہ، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ المادہ: ۲۶
Al 'Atasī, Muḥammad Khalid, *Sharḥ al Majallah,* (Quetta: Maktabah Ḥabībiyyah), Madah: 26.

[71] عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل، مجاہد الاسلام قاسمی، ادارۃ القرآن والعلوم کراچی، ص: ۲۴۵
Qasmī, Mujāhid al Islām, *'Aṣr e Ḥāḍir K Masai'l ka Shar'ī Ḥal,* (Karachi: Idarah al Qur'ān wal 'Ulūm), p:245.

[72] صحیح البخاری، ۲:۷۵۹

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, 2:759.

[73] سورۃ المائدۃ: ۲

Surah al Mā'idah: 2.